اِس دنیا میں عذاب

قدیم سے الٰہی سنّت اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی کافر اور منکر نہایت درجہ کا بے باک اور شوخ ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے لئے اسباب ہلاکت پیدا نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ تعذیب کے طور پر اسکو ہلاک نہیں کرتا۔ اور جب کسی منکر پر عذاب نازل ہونے کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس پر حکم ہلاکت لکھا جاتا ہے۔ عذاب الٰہی کے لئے یہی قانونِ قدیم ہے اور یہی سنّت مستمرہ اور یہی غیر متبدل قاعدہ کتاب الٰہی نے بیان کیا ہے

(انوار الاسلام صـ۳)

قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں میں معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر لوگوں پر اسی دنیا میں عذاب کے طور پر موت اور ہلاکت وارد ہوئی وہ صرف اس لئے نہیں وارد ہوئی کہ وہ لوگ حیثیت مذہبی کی وجہ سے ناحق پر تھے۔ مثلاً بُت پرست تھے یا ستارہ پرست یا آتش پرست یا کسی اور مخلوق کی پرستش کرتے تھے۔ کیونکہ مذہبی ضلالت کا محاسبہ قیامت پر ڈالا گیا ہے اور صرف ناحق پر ہونے کا اور کافر ٹھہرانے سے اس دنیا میں کسی پر عذاب وارد نہیں ہو سکتا۔ اس عذاب کے لئے جہنم اور دارِ آخرت بنایا گیا ہے۔ بلکہ کافروں کے لئے یہ دنیا بطور بہشت کے ہے۔ اور مومن ہی اکثر اس میں دُکھ اور درد اُٹھاتے ہیں۔ اَلدُّنْیَا جَنَّةُ الْکَافِرِ وَسِجْنُ الْمُؤْمِنِ۔ پس اسجگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں دنیا جَنَّةُ الْکَافِر ہے۔ اور مشاہدہ بھی اس پر شہادت دے رہا ہے کہ کفار ہریک دنیوی نعمت اور دولت میں سبقت لے گئے ہیں اور قرآن کریم میں جابجا اسی بات کا اظہار ہے کہ کافروں پر ہریک دنیوی نعمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو پھر بعض کافر قوموں پر عذاب کیوں نازل ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کو پتھر اور آندھی اور طوفان اور وبا سے کیوں ہلاک کیا؟

اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام عذاب محض کفر کی وجہ سے نہیں ہوئے بلکہ جن پر یہ عذاب نازل ہوئے وہ تکذیب مرسل اور استہزاء اور ٹھٹھے اور ایذا میں حد سے بڑھ گئے تھے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں ان کا فساد اور فسق اور ظلم اور آزار نہایت کو پہنچ گیا تھا اور انہوں نے

اپنی ہلاکت کے لئے آپ سامان پیدا کئے۔ تب غضب الٰہی جوش میں آیا اور طرح طرح کے عذابوں سے اُن کو ہلاک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی عذاب کا موجب کفر نہیں ہے بلکہ شرارت ہے اور تکبّر میں حد سے زیادہ بڑھ جانا موجب ہے۔ اور ایسا آدمی خواہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔ جب ظلم اور ایذاء اور تکبر میں حد سے بڑھے گا اور **عظمت الٰہی** کو بھلا دیگا تو عذاب الٰہی ضرور اس کی طرف متوجہ ہوگا اور جب ایک کافر مسکین صورت رہیگا اور اس کو خوف دامن گیر ہوگا تو گو وہ اپنی مذہبی ضلالت کی وجہ سے جہنم کے لائق ہے مگر عذاب دنیوی اس پر نازل نہیں ہوگا۔ پس دنیوی عذاب کیلئے یہی ایک قدیم اور مستحکم فلاسفی ہے اور یہی وہ سنّت اللہ ہے جس کا ثبوت خدا کی تمام کتابوں سے ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔

یعنی جب ہمارا ارادہ اس بات کی طرف متعلق ہوتا ہے کہ کسی بستی کے لوگوں ہلاک کریں تو ہم بستی کے منعم اور عیاش لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی بدکاریوں میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں پس اُن پر سنّت اللہ کا قول ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ظلموں میں انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ تب ہم اُن کو ایک سخت ہلاکت کے ساتھ ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور پھر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰىٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۔ یعنی ہم نے کبھی کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر صرف ایسی حالت میں کہ جب اس کے رہنے والے ظلم پر کمربستہ ہوں۔

یاد رہے کہ اگرچہ شرک بھی ایک ظلم بلکہ ظلم عظیم ہے۔ مگر اسجگہ ظلم سے مراد وہ سرکشی ہے جو حد سے گذر جائے اور مفسدانہ حرکات انتہا تک پہنچ جائیں۔ ورنہ اگر مجرد شرک ہو جس کے ساتھ ایذاء اور تکبر اور فساد منضم نہ ہو اور ایسا تجاوز از حد نہ ہو جو واعظوں پر حملہ کریں اور ان کے قتل کرنے پر آمادہ ہوں یا معصیت پر پورے طور پر سرنگوں ہو کر بالکل خوف خدا دل سے اٹھا دیں۔ تو ایسے شرک یا کسی اور گناہ کے لئے وعدہ عذاب آخرت ہے۔ اور دنیوی عذاب صرف اعتداء اور سرکشی اور حد سے زیادہ بڑھنے کے وقت نازل ہوتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔ یعنی پہلے بھی رسولوں پر ٹھٹھا کیا گیا۔ پس ہم نے ان کا فروں جو ٹھٹھا کرتے میں مہلت دی۔ پھر جب وہ اپنے ٹھٹھے میں کمال تک پہنچ گئے تب ہم نے اُن کو پکڑ لیا

اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ کیونکر ہمارا عقاب اُن پر وارد ہوا۔ اور پھر فرماتا ہے ۔ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ یعنی کافروں نے اسلام کے مٹانے کے لئے ایک مکر کیا۔ اور ہم نے بھی ایک مکر کیا ۔ یعنی یہ کہ اُن کو اپنی مکاریوں میں بڑھنے دیا تا وہ ایسے درجہ شرارت پر پہنچ جائیں کہ جو سنت اللہ کے موافق عذاب نازل ہونے کا درجہ ہے ۔ . . . . ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ عذاب الٰہی جو دنیا میں نازل ہوتا ہے وہ تبھی کسی پر نازل ہوتا ہے کہ جب وہ شرارت اور ظلم اور تکبر اور علو میں نہایت کو پہنچ جاتا ہے ۔ یہ نہیں کہ ایک کافر خوف سے مرا جاتا ہے اور پھر بھی عذاب الٰہی کے لئے اُس پر صاعقہ پڑے اور ایک مشرک اندیشۂ عذاب سے جاں بلب ہو اور پھر بھی اس پر پتھر برسیں ۔ خداوند تعالیٰ نہایت درجہ کا رحیم اور حلیم ہے ۔ عذاب کے طور پر صرف اسی کو اس دنیا میں پکڑتا ہے جو اپنے ہاتھ سے عذاب کا سامان تیار کرے ۔

(انوار الاسلام صلا۱۔۱۶ا حاشیہ صلا)

خدا تعالیٰ کا اپنے مجرموں سے دو قسم کا معاملہ ہے ۔ اور مجرم دو قسم کے ہیں :۔

(۱) ایک وہ مجرم ہیں جو حد سے زیادہ نہیں بڑھتے ۔ اور گو نہایت درجہ کے تعصب سے ضلالت کو نہیں چھوڑتے ۔ مگر وہ ظلم اور ایذار کے طریقوں میں ایک معمولی درجہ تک رہتے ہیں ۔ اپنے جور و ستم اور بے باکی کو انتہا تک نہیں پہنچاتے ۔ پس وہ تو اپنی سزا قیامت کو پائیں گے اور خدائے علیم انکو اسجگہ نہیں پکڑتا کیونکہ ان کی روش میں حد سے زیادہ سختی نہیں ۔ لہٰذا گناہوں کی سزا کے لئے صرف ایک ہی دن مقرر ہے جو یوم المجازات اور یوم الدین اور یوم الفصل کہلاتا ہے ۔

(۲) دوسری قسم کے وہ مجرم ہیں جو ظلم اور ستم اور شوخی اور بے باکی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے ماموروں اور رسولوں اور راستبازوں کو درندوں کی طرح پھاڑ ڈالیں ۔ اور دنیا پر سے ان کا نام و نشان مٹا دیں اور ان کو آگ کی طرح بھسم کر ڈالیں ۔ ایسے مجرموں کے لئے جنکا غضب انتہا تک پہنچ جاتا ہے سنتِ اللہ یہی ہے کہ اسی دنیا میں خدا تعالیٰ کا غضب اُن پر بھڑکتا ہے اور اسی دنیا میں وہ سزا پاتے ہیں علاوہ اس سزا کے جو قیامت کو ملیگی ۔ اسلئے قرآنی اصطلاح میں اُن کا نام مغضوب علیھم ہے ۔

(تحفہ گولڑویہ صلا۱۱۹۔۱۲۰)

یہ نکتہ یاد رہے کہ بلاؤں کے ٹلنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں کیونکہ مذہبی غلطیوں کے مواخذہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ لوگ ہر ایک قسم کی بد چلنی

سے باز آویں اور خدا کے پاک نبیوں کی نسبت بدزبانی سے پیش نہ آویں اور غریبوں پر ظلم نہ کریں۔ اور صدقہ و خیرات بہت کریں اور خدا کے ساتھ کسی کو برابر نہ کریں۔ نہ پتھر کو نہ آگ کو نہ انسان کو۔ نہ پانی کو نہ سورج کو نہ چاند کو اور تکبّر اور شرارت کی راہوں کو چھوڑ دیں۔

(مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمہ معرفت صفحہ ۳۴)

یہ بات مسلمانوں کو بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ گو ایک شخص کا انجام خدائے تعالیٰ کے علم میں کفر ہو مگر عادت اللہ قدیم سے یہی ہے کہ اس کی تضرع اور خوف کے وقت عذاب کو دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وعید میں خدا کے ارادہ عذاب کا تخلّف جائز ہے مگر بشارت میں جائز نہیں۔ جیسا کہ قوم یونس کی وعید میں نزول عذاب کی قطعی تاریخ بغیر کسی شرط کے بتلا کر پھر اس قوم کی تضرع پر وہ عذاب موقوف رکھا گیا۔ اور قرآن شریف اور توریت کے اتفاق سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرعون کے ایمان کے وعدہ پر خدا تعالیٰ بار بار عذاب کو اس سے ٹالتا رہا۔ حالانکہ جانتا تھا کہ فرعون کا خاتمہ کفر پر ہے۔ مگر اس بات کا سرّ کیا ہے کہ وعید میں تخلف ارادہ عذاب کا کیوں اور کس وجہ سے بعض اوقات میں ہو جاتا ہے حالانکہ بظاہر تخلّف وعید میں بھی رائحہ کذب ہے؟

اس کا **جواب** یہ ہے کہ کسی کو سزا دینا در اصل خدا تعالیٰ کے ذاتی ارادہ میں داخل نہیں ہے۔ اسکے صفاتی نام جو اصل الاصول تمام صفاتی ناموں کے ہیں چار ہیں۔ اور چاروں جُود اور کرم پر مشتمل ہیں یعنی وہی نام جو سورۃ فاتحہ کی پہلی تین آیتوں میں مذکور ہیں۔ یعنی ربّ العالمین اور رحمٰن اور رحیم اور مالک یوم الدین یعنی مالک یوم جزا۔ ان ہر چہار صفات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے سراسر نیکی کا ارادہ کیا گیا ہے یعنی پیدا کرنا۔ پرورش کرنا جس کا نام **ربوبیت** ہے۔ اور بے استحقاق آرام کے اسباب مہیا کرنا جس کا نام **رحمانیت** ہے اور تقویٰ اور خدا ترسی اور ایمان پر انسان کیلئے وہ اسباب مہیا کرنا جو آئندہ دُکھ اور مصیبت سے محفوظ رکھیں جسکا نام **رحیمیت** ہے۔ اور اعمال صالحہ کے بجا لانے پر جو عبادت اور صوم اور صلوٰۃ اور بنی نوع کی ہمدردی اور صدقہ اور ایثار وغیرہ ہے وہ مقام صالح عطا کرنا جو دائمی سرور اور راحت اور خوشحالی کا مقام ہے جس کا نام جزاءِ خیر از طرف **مالک یوم الجزاء** ہے۔ سو خدا نے ان ہر چہار صفات میں کسی صفت میں بھی انسان کے لئے بدی کا ارادہ نہیں کیا۔ سراسر خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن جو شخص اپنی بدکاریوں اور بے اعتدالیوں سے ان صفات کے پرتوہ کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے۔ اور

فطرت کو بدل ڈالے اُس کے حق میں اس کے شامت اعمال کی وجہ سے وہ صفات بجائے خیر کے شر کا حکم پیدا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ربوبیّت کا ارادہ فنا اور اعدام کے ارادہ کے ساتھ مبدّل ہو جاتا ہے۔ اور رحمانیت کا ارادہ غضب اور سخط کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور رحیمیّت کا ارادہ انتقام اور سخت گیری کے رنگ میں جوش مارتا ہے اور جزاء خیر کا ارادہ سزا اور تعذیب کی صورت میں اپنا ہولناک چہرہ دکھاتا ہے۔ سو یہ تبدیلی خدا کی صفات میں انسان کی اپنی حالت کی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ غرض چونکہ سزا دینا یا سزا کا وعدہ کرنا خدا تعالیٰ کی ان صفات میں داخل نہیں جو اُمّ الصفات ہیں کیونکہ دراصل اس نے انسان کے لئے نیکی کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے خدا کا وعید بھی جبتک انسان زندہ ہے اور اپنی تبدیلی کرنے پر قادر ہے فیصلہ ناطقہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے برخلاف کرنا کذب یا عہدشکنی میں داخل نہیں۔ اور گو بظاہر کوئی وعید شروط سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر ارادہ الٰہی میں شروط ہوتی ہیں بجز ایسے الہام کے جس میں ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ شروط نہیں ہیں۔ پس ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پا جاتا ہے۔ یہ نکتہ معارفِ الٰہیہ میں سے نہایت قابل قدر اور جلیل الشان نکتہ ہے جو سورۃ فاتحہ میں مخفی رکھا گیا ہے۔

(انجام آتھم ۳۰۰۱ حاشیہ)

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکّہ والوں نے آپ کی نری تکذیب نہیں کی تھی۔ نری تکذیب سے جو محض سادگی کی بنا پر ہوتی ہے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سزائیں نہیں دیتا ہے لیکن جب مکذّب شرافت اور انسانیت کی حدود سے نکل کر بے حیائی اور دریدہ دہنی سے اعتراض کرتا ہے اور اعتراضوں کی ہی حد تک نہیں رہتا بلکہ ہر قسم کی ایذاء دہی اور تکلیف رسانی کے منصوبے کرتا ہے اور پھر اس کو حد تک پہنچاتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے اور اپنے مامور و مرسل کے لئے وہ ان ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ جیسے نوح کی قوم کو ہلاک کیا یا لوط کی قوم کو۔ اس قسم کے عذاب ہمیشہ ان شرارتوں اور مظالم کی وجہ سے آتے ہیں جو خدا کے ماموروں اور ان کی جماعت پر کئے جاتے ہیں۔ ورنہ نری تکذیب کی سزا اس عالم میں نہیں دی جاتی اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور اس نے ایک اور عالم عذاب کے لئے رکھا ہے۔ عذاب جو آتے ہیں وہ تکذیب کو ایذاء کے درجہ تک پہنچانے سے آتے ہیں اور تکذیب کو استہزاء اور ٹھٹھے کے رنگ میں کر دینے سے آتے ہیں۔ اگر نرمی اور شرافت سے یہ کہا جاوے کہ میں نے اس معاملہ کو سمجھا نہیں اس لئے مجھے اس کے ماننے میں تامل ہے تو یہ انکار عذاب کو کھینچ لانے والا نہیں ہے کیونکہ یہ تو صرف سادگی اور کمیٔ علم کی وجہ سے ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر نوح کی قوم کا

اعتراض شریفانہ رنگ میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نہ پکڑتا ۔ ساری قومیں اپنی کرتوتوں کی پاداش میں سزا پاتی ہیں خدا تعالیٰ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو لوگ قرآن سننے کے لئے آتے ہیں اُن کو امن کی جگہ تک پہنچا دیا جاوے خواہ وہ مخالف اور منکر ہی ہوں ۔ اور اس لئے اسلام میں جبر اور اکراہ نہیں جیسے فرمایا ۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ لیکن اگر کوئی قتل کرے گا یا قتل کے منصوبے کریگا اور شرارتیں اور ایذا رسانی کی سعی کرتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ سزا پاوے ۔

(ملفوظات جلد سوم صہ ۱۶۲-۱۶۳)

قرآن شریف میں صدہا جگہ اس بات کو پاؤ گے کہ **خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو ہرگز سلامت نہیں چھوڑتا** اور اسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے اور ہلاک کرتا ہے ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ایک موقع میں فرماتا ہے کہ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی یعنی مفتری نامراد مریگا ۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ۔ یعنی اس سے ظالم تر کون ہے جو خدا پر افتراء کرتا ہے یا خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتا ہے ۔ اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے خدا کے نبیوں کے ظاہر ہونے کے وقت خدا کی کلام کی تکذیب کی خدا نے اس کو زندہ نہیں چھوڑا اور بُرے بُرے عذابوں سے ہلاک کر دیا ۔ دیکھو نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور لوط کی قوم اور فرعون اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن مکہ والے ان کا کیا انجام ہوا ۔

پس جبکہ تکذیب کرنے والے اسی دنیا میں سزا پا چکے تو پھر جو شخص خدا پر افترٰی کرتا ہے جس کا نام اس آیت میں پہلے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے وہ کیونکر بچ سکتا ہے ۔ کیا خدا کا صادقوں اور کاذبوں سے معاملہ ایک ہو سکتا ہے اور کیا افتراء کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں کوئی سزا نہیں مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ۔ اور پھر ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۔ یعنی اگر یہ نبی جھوٹا ہے تو اپنے جھوٹ سے ہلاک ہو جائیگا اور اگر سچا ہے تو ضرور ہے کہ کچھ عذاب تم بھی چکھو کیونکہ زیادتی کرنے والے خواہ افترا کریں خواہ تکذیب کریں خدا سے مدد نہیں پائیں گے ۔ اب دیکھو اس سے زیادہ تصریح کیا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں بار بار فرماتا ہے کہ مفتری اسی دنیا میں ہلاک ہوگا ۔

(اربعین ۴ صہ ۴)

ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے شخص سے

کس قدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا ر باندھے یہاں تک کہ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر وہ بعض قول میرے پر افترا کرتا تو مَیں فی الفور پکڑ لیتا اور رگ جان کاٹ دیتا۔ غرض خدا تعالیٰ پر افترا کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہُوا ہے۔ حالانکہ کچھ بھی نہیں ہُوا ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ **ایسا مفتری اسی دنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے** اور خدائے قادر وغیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔

اگر ان مولویوں کا دل تقویٰ کے رنگ سے کچھ بھی رنگین ہوتا اور خدا تعالیٰ کی عادتوں اور سنتوں سے ایک ذرہ بھی واقف ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ایک مفتری کا اس قدر دراز عرصہ تک افترا میں مشغول رہنا بلکہ روز بروز اس میں ترقی کرنا اور خدا تعالیٰ کا اس کے افترار پر اس کو نہ پکڑنا بلکہ لوگوں میں اُس کو عزت دینا دلوں میں اُس کی قبولیت ڈالنا۔ اور اُس کی زبان کو چشمۂ حقائق و معارف بنانا ایک ایسا امر ہے کہ جب سے خدائے تعالیٰ نے دنیا کی بنیاد ڈالی ہے اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خدا تعالےٰ کے احکام اور مواعید کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے کیا ان کے پاس حدیث یا قرآن شریف سے کوئی نظیر موجود ہے کہ ایسے خبیث طبع مفتری کو خدا تعالےٰ نہ پکڑے جو اس پر افترا پر افترا باندھے اور جھوٹے الہام بنا کر اپنے تئیں خدا کا نہایت ہی پیارا ظاہر کرے اور محض اپنے دل سے شیطانی باتیں تراش کر اس کو عمداً خدا کی وحی قرار دیوے اور کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ لوگ میری پیروی کریں۔ اور کہے کہ خدا مجھے اپنے الہام میں فرماتا ہے کہ تو اس زمانہ میں تمام مومنوں کا سردار ہے حالانکہ اس کو کبھی الہام نہ ہُوا ہو اور نہ کبھی خدا نے اس کو مومنوں کا سردار ٹھہرایا ہو۔ اور کہے کہ مجھے خدا مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تو ہی **مسیح موعود** ہے جس کو میں کسرِ صلیب کے لئے بھیجتا ہوں حالانکہ خدا نے کوئی ایسا حکم اس کو نہیں دیا۔ اور نہ اس کا نام عیسیٰ رکھا۔ اور کہے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ مجھ سے تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید تیرا مقامِ قرب مجھ سے وہ ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں حالانکہ خدا اس کو مفتری جانتا ہے اس پر لعنت بھیجتا ہے اور مردودوں اور مخذولوں کے ساتھ اس کا حصہ قرار دیتا ہے۔ پھر کیا یہی خدا تعالےٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذّاب اور بے باک مفتری کو جلد نہ پکڑے یہاں تک کہ اس افترا پر بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔

کون اس کو قبول کرسکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے اس لئے عرصہ تک اس جھوٹے کو چھوڑ دے جس کی نظیر دنیا کے صفحہ میں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ یعنی اُس سے زیادہ تر ظالم اور کون ہے جو خدائے تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ بیشک مفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والا جلد مارا جاتا ہے۔ سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ میرے ظاہر اور باطن اور میرے جسم اور میری رُوح پر وہ احسان کئے جن کو میں شمار نہیں کرسکتا۔ **میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا۔ اور اب میں بوڑھا ہوگیا** اور ابتدائے دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا۔ بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اُس نے عمر دراز بخشی اور ہر یک مشکل میں میرا متکفّل اور متولّی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر افتریٰ باندھتے ہیں۔

(انجام آتھم ص ۴۹-۵۱)

یہی قانون خدا تعالیٰ کی سنت میں داخل ہے کہ وہ نبوت کے جھوٹا دعویٰ کرنے والے کو مہلت نہیں دیتا۔ بلکہ ایسا شخص جلد پکڑا جاتا اور اپنی سزا کو پہنچ جاتا ہے۔ اس قاعدہ کے لحاظ سے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان تمام لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کو سچا سمجھیں جنہوں نے کسی زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر وہ دعویٰ ان کا جڑ پکڑ گیا اور اُن کا مذہب دنیا میں پھیل گیا اور استحکام پکڑ گیا اور ایک عمر پا گیا۔ اور اگر ہم اُن کے مذہب کی کتابوں میں غلطیاں پائیں یا اس مذہب کے پابندوں کو بدچلنیوں میں گرفتار مشاہدہ کریں تو ہمیں نہیں چاہیئے کہ وہ سب داغ ملامت اُن کے مذہب کے بانیوں پر لگادیں۔ کیونکہ کتابوں کا محرّف ہو جانا ممکن ہے۔ اجتہادی غلطیوں کا تفسیروں میں داخل ہو جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص کھلا کھلا خدا پر افترا کرے اور کہے کہ میں اس کا نبی ہوں اور اپنا کلام پیش کرے اور کہے کہ یہ خدا کا کلام ہے حالانکہ وہ نبی نہ ہو اور نہ اس کا کلام خدا کا کلام ہو اور پھر خدا اس کو سچوں کی طرح مہلت دے اور سچوں کی طرح اس کی قبولیت پھیلائے۔

(تحفہ قیصریہ ص ۹-۱۰)

کیا کبھی خدا پر افترا کرنے والے کو مفتریات کے پھیلانے کے لئے وہ مہلت ملی جو سچے

ملہموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی؟ کیا خدا نے نہیں کہا کہ الہام کا افترا کے طور پر دعویٰ کرنے والے ہلاک کئے جائیں گے اور خدا پر جھوٹ باندھنے والے پکڑے جائیں گے؟ یہ توریت میں بھی ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا اور انجیل میں بھی ہے کہ جھوٹا جلد فنا ہوگا اور اس کی جماعت متفرق ہو جائیگی۔ کیا کوئی ایک نظیر بھی ہے کہ جھوٹے ملہم نے جو خدا پر افترا کرنے والا تھا ایام افترا میں وہ عمر پائی ہو جو اس عاجز کو ایام دعوتِ الہام الٰہی میں ملی؟ بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو پیش تو کرو۔ مَیں نہایت پُرزور دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا کی ابتداء سے آجتک ایک نظیر بھی نہیں ملے گی۔ پس کیا کوئی ایسا ہے کہ اِس محکم اور قطعی دلیل سے فائدہ اٹھاوے اور خدا تعالےٰ سے ڈرے؟ مَیں نہیں کہتا کہ بُت پرست عمر نہیں پاتے یا دہریہ اور انا الحق کہنے والے جلد پکڑے جاتے ہیں کیونکہ ان غلطیوں اور ان ضلالتوں کی سزا دینے کے لئے دوسرا عالم ہے۔ لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ پر الہام کا افترا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ الہام مجھ کو ہوا حالانکہ جانتا ہے کہ وہ الہام اس کو نہیں ہوا وہ جلد پکڑا جاتا ہے۔ اور اُس کی عمر کے دن بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ قرآن اور انجیل اور توریت نے یہی گواہی دی ہے۔ عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ اور اس کے مخالف کوئی منکر کسی تاریخ کے حوالہ سے ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتا۔

(ایّام الصلح صفحہ ۳۵-۳۶)